مواعظ اختر

نمبر ۶۳

مایوس نہ ہوں اہلِ زمیں اپنی خطا سے

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: مایوس نہ ہوں اہلِ زمیں اپنی خطا سے

نامِ واعظ: شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ

تاریخِ وعظ: ۱۹ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۔ اکتوبر ۱۹۸۸ء بروز اتوار بعد فجر

مقام: مسجد اشرف، گلشن اقبال، کراچی

موضوع: تقویٰ اور تائب کا مقام

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میرؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعت اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

اشاعت دوم: محرم ۱۴۳۸ھ مطابق اکتوبر ۲۰۱۶ء

ناشر: ادارہ تالیفات اختریہ

بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی



فہرست

عنوانات صفحہ نمبر



مایوس نہ ہوں اہلِ زمیں اپنی خطا سے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

جَالِسُوا الْکُبَرَآءَ وَسَآئِلُوا الْعُلَمَآءَ وَخَالِطُوا الْحُکَمَآءَ

(الجامع الصغیر: ج ۱ص ۳۲۸؛ رقم الحدیث ۳۵۷۷؛ التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف ص ۳۸۴)

(کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال: کتاب الصحبۃ، رقم الحدیث ۲۴۶۶۱)

اس حدیث کے معارف ومعانی بتانے سے پہلے ایک بات اور عرض کرتا ہوں جو ابھی نماز میں امام صاحب کی قرأت سن کر یاد آ گئی۔ اس وقت نماز میں امام صاحب نے جو آیات تلاوت کی ہیں ان میں اہلِ جہنم اور اہلِ جنت کا تذکرہ ہے:

﴿وَسِیْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اِلٰی جَهَنَّمَ زُمَرًا ط﴾

(سورۃالزمر: آیۃ ۷۱)

جہنم کی طرف غافل لوگوں کو گروہ در گروہ لے جایا جائے گا اور جو مجرم وہاں پیش کیے جائیں گے ان کے لیے جہنم کا دروازہ اسی وقت کھولا جائے گا، پہلے سے نہیں کھلا رہے گا: (معارف القرآن: ج ۷؛ص ۵۷۵) جب وہ دروازے تک پہنچ جائیں گے اس وقت دروازہ کھولا جائے گا، جیسے دنیا کی جیل میں دروازے پہلے سے نہیں کھلے رہتے، بڑے بڑے تالے لگے ہوتے ہیں، کیا کیا حفاظتی اقدامات ہوتے ہیں۔ جب کوئی مجرم دروازہ پر پہنچ جاتا ہے تو سپاہی جو

دروازے پر کھڑے ہوتے ہیں وہ دروازہ کھولتے ہیں، اس میں ان مجرموں کی تذلیل ہے، ذلت ہے اور اہانت ہے اور جب اہلِ جنت جائیں گے جو اللہ سے ڈرتے ہیں، متقی لوگ ہیں:

﴿وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ﴾

(سورۃ الزمر: آیۃ ۷۳)

ان کے اعزاز میں جنت کے دروازے پہلے ہی سے کھلے ہوں گے۔ (بحوالہ معارف القرآن: ج ۷، ص ۵۷۶) جیسے جب کوئی معزز مہمان آتا ہے تو اس کے اکرام میں مکان کے دروازے اس کے آنے سے پہلے ہی کھول دیے جاتے ہیں کہ یہ مکان آپ کے لیے حاضر ہے۔

متقی ہونے کے معنی

یہاں متقی کی شرح اور اس کی تفسیر بہت ضروری ہے، لوگ متقی کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ جس سے کبھی کوئی گناہ نہ ہو، یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے، یہ تو گویا نبوت کا مقام سمجھ رہا ہے۔ متقی کے معنی یہ نہیں کہ انسان بالکل معصوم ہو جاتا ہے۔ اس لیے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بیان القرآن میں فرماتے ہیں کہ عصمت نبوت کے لیے لازم ہے، معصوم ہونا پیغمبروں کے لیے لازم ہے لیکن اولیاء اللہ کے لیے معصوم ہونا لازم نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو چوک ہو گئی کہ جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر دھیان نہیں دیا:

﴿وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ﴾

(سورۃ اٰل عمرٰن: آیۃ ۱۵۵)

ان کو اللہ بخش چکا، معاف فرما چکا اور:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾

(سورۃ التوبۃ: آیۃ ۱۰۰)

اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے، کیونکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کچھ چوک اور خطائیں ہوئیں جس پر اللہ تعالیٰ نے معافی کا اعلان بھی فرما دیا تاکہ کوئی بے وقوف انہیں کچھ نہ کہہ سکے، جن سے خدا راضی ہو ان کے بارے میں کوئی غلط بات کہنا سخت نادانی اور جہالت ہے۔ جیسے ایک بادشاہ اپنے بیٹے کی خطا معاف کر دیتا ہے اور اسے شاہی لباس عطا کرتا ہے اور بے وقوف لوگ اس کے بارے میں باتیں بنا رہے ہیں کہ ارے صاحب! میں نے اس کو گٹر میں گرتے ہوئے دیکھا تھا، اور جب وہ گٹر سے نکلا تو اس پر گندگی اور غلاظت لگی ہوئی تھی، اب ہر طرف محلہ میں غیبت ہو رہی ہے اور اُدھر بادشاہ کا لڑکا باپ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مجھ سے غلطی ہوئی، میں نے احتیاط نہیں کی اور پاؤں پھسل گیا۔ اس نے رو پیٹ کر معافی مانگ لی، بادشاہ نے ملازمین کو فوراً حکم دیا کہ اس کو خوشبودار صابن سے نہلاؤ اور عمدہ لباس پہناؤ۔

درود شریف کا عطر لگانے سے پہلے توبہ و استغفار کا غسل کرنا چاہیے

اس پر ایک بات یاد آئی، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے میرے سامنے نیو ٹاؤن میں حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا، اس وقت مصر کے علماء بھی موجود تھے، سوال یہ کیا کہ پہلے استغفار پڑھنا چاہیے یا درود شریف؟ صلوٰۃ توبہ پڑھ کر اللہ سے معافی پہلے مانگنا چاہیے یا درود شریف پہلے پڑھنا چاہیے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ کپڑوں پر عطر پہلے لگاتے ہیں یا کپڑا پہلے دھوتے ہیں؟ پہلے کپڑا دھو کر پاک صاف کرتے ہیں، پھر عطر لگاتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا جواب دیا یعنی اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگ کر، استغفار و توبہ کر کے اب درود شریف پڑھیں۔

ایک تو دعا سے پہلے درود شریف پڑھنا ہے، وہ الگ ہے اور ایک یہ ہے کہ کسی کا معمول درود شریف کی تسبیح پڑھنے کا ہے تو پہلے استغفار و توبہ سے روح کو صاف کر لے، اس کے بعد درود شریف کا عطر لگائے۔

درود شریف پڑھنے کا طریقہ

اور حضرت والا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ درود شریف پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا کہ جب یہ کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ تو یہ تصور کرو کہ میری زبان سے اللہ کا نام پاک بھی نکلا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک بھی نکلا تو گویا ہم اس وقت دو کریم کے درمیان میں ہیں، اللہ بھی کریم اور اس کا رسول بھی کریم۔ کیا بات کہی! اور پھر حضرت نے اشکبار آنکھوں سے ایک شعر پڑھا ؎

یارب! تو کریمی و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ما ایم میانِ دو کریم

اے ہمارے رب! آپ کریم ہیں اور آپ کے نبی بھی کریم ہیں، سینکڑوں شکر ہے کہ ہم دو کریم کے درمیان میں ہیں، دو کریموں کے درمیان میں ہماری کشتی ان شاء اللہ تعالیٰ ڈوب نہیں سکتی، اگر انسان کے پاس کوئی نیک اعمال نہ ہوں، خالی کثرت سے درود شریف پڑھتا ہو تو ان شاء اللہ میدانِ محشر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے صدقہ میں وہ سب سے اوّل نمبر لے جائے گا بشرطیکہ کبائر سے بچتا ہو اور شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ مراقبہ کر کے پڑھے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بے شمار رحمتیں نازل ہو رہی ہیں یا یہ تصور کرے کہ ہم مسجدِ نبوی میں بیٹھے ہیں یا روضۂ مبارک پر حاضر ہیں لہٰذا درود شریف پڑھتے وقت جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اے خدا! رحمت نازل فرما ہمارے نبی پر تو اس وقت یہ تصور بھی کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو بے شمار رحمتیں برس رہی ہیں تو اس رحمت کے چھینٹے ہماری طرف بھی آ رہے ہیں۔

تائبین کا درجہ

تو میں عرض کررہا تھا کہ بادشاہ اپنے بیٹے کو نیا شاہی لباس پہنا کر پھر سے شہزادہ بنالیتا ہے اور وہی پیار اور عنایات عطا کرتا ہے۔ اب اگر رعایا میں اس شہزادہ کی گندگی والی حالت پر کوئی تبصرہ کرتا پایا گیا اور سی آئی ڈی/خفیہ ایجنسی نے بادشاہ کو خبر دے دی تو بادشاہ ایسے نالائقوں کو کتوں اور بھیڑیوں کے آگے ڈلوادے گا، سخت سے سخت سزا دے گا تاکہ دوسروں کو عبرت ہو، اس لیے صحابہ کرام اور ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین پر انگلی اٹھانے والے اپنے ایمان کی خیر منائیں، جو بڑی سے بڑی مصیبت بھی ان پر آجائے تو کم ہے لہٰذا جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ متقی وہ ہے جس سے کبھی کوئی خطا نہ ہو تو نعوذ باللہ! بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے چوک ہوئی تو کیا یہ سب کے سب اولیاء اللہ متقی نہ تھے؟ مسئلہ اجماعِ امت سے ثابت ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلیتا ہے اور اللہ جس کو معاف فرمادیتے ہیں، وہ سب بھی متقین کے درجہ میں ہیں۔ اسی لیے محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((فَاِنَّ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ نُزِّلُوْا بِمَنْزِلَۃِ الْمُتَّقِیْنَ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، کتاب الدعوات، باب الاستغفار، ج ۵ ص ۲۴۸)

جو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو بھی متقین کے درجہ میں رکھے گا۔ اور حدیث پاک ہے:

((اَلتَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ۔ رواہ ابن ماجۃ والبیہقی))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)، باب الاستغفار والتوبۃ، ص ۲۰۶)

جو خطاؤں سے معافی مانگ لیتا ہے گویا اس سے خطا ہوئی ہی نہیں۔ اس لیے ولایت کے لیے عصمت ضروری نہیں یعنی بڑے سے بڑے اولیاء اللہ سب ہی انسان ہیں، بڑے سے بڑے انسان سے بھی چوک ہوسکتی ہے لیکن خطا پر

قائم رہنا یہ مجرمین کی علامت ہے۔ایک تو ہے خطا ہوجانا اور ایک ہے گٹر میں گر جانا اوراسی میں پڑے رہنا اور یہ کہنا کہ یہیں ناشتہ اور سگریٹ وغیرہ لے آؤ، ہم یہیں پڑے رہیں گے، یہاں تو بڑا مزہ آرہا ہے۔تو خطاؤں پر قائم رہنا، یہ فاسقانہ عمل ہے لیکن اگر کوئی خطاؤں سے توبہ کرلے اور عزم کرلے کہ گناہ نہیں کریں گے تو وہ متقی ہی کے درجہ میں ہے۔

اصرارِ شرعی کی تعریف

اس لیے علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَمۡ يُصِرُّوۡا عَلٰى مَا فَعَلُوۡا وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ○﴾

(سورۃ اٰل عمرٰن: آیۃ ۱۳۵)

کہ اللہ کے خاص بندے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے، اللہ اللہ! کلامِ پاک سے اصرار کی تعریف کردی۔فرمایا کہ اصرار کی دو قسمیں ہیں، ایک اصرارِ لغوی اور دوسرا اصرارِ شرعی۔اصرارِ لغوی یہ ہے کہ آدمی بار بار غلطی کررہا ہے اور اصرارِ شرعی یہ ہے:

((اَلۡاِقَامَةُ عَلَى الۡقَبِيۡحِ مِنۡ غَيۡرِ اسۡتِغۡفَارٍ وَّرُجُوۡعٍ بِالتَّوۡبَةِ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)، ج ۴ ص ۳۷۶)

استغفار اور توبہ نہیں کرتا اور برائی پر قائم رہتا ہے، روزانہ سینما دیکھ رہا ہے، روزانہ ٹی وی، وی سی آر دیکھ رہا ہے، روزانہ ٹیڈیوں سے آنکھیں خراب کررہا ہے، روزانہ گندے کام کررہا ہے۔تو اصرارِ شرعی ہے بدونِ استغفار گناہوں پر قائم رہنا اور جو استغفار و توبہ نہیں کرتا تو یہ شخص مجرم ہے، کہتا ہے کیا توبہ کریں ہماری توبہ تو روزانہ ہی ٹوٹ جاتی ہے۔حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو ''ارحم امتی'' ہیں یعنی امت کے ساتھ سب سے زیادہ رحم دل ہیں، انہوں نے

اصرارِ شرعی پر ایک روایت بیان کی ہے جو ابوداؤد شریف، ترمذی شریف اور مشکوٰۃ شریف میں بھی آئی ہے۔ حالانکہ پورے ذخیرۂ احادیث میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دو چار روایتیں ہی ہیں اور ان ہی دو چار روایتوں میں یہ حدیث بھی ہے چونکہ یہ امت پر رحمت کا معاملہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے نبی کی امت گناہ کر کے مایوس ہو جائے، اس لیے بوجہ رحمت، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو بیان فرمایا:

((مَاۤ اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً۔

رواہ الترمذی وابوداؤد))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب الاستغفار والتوبۃ؛ ص ۲۰۴)

یعنی جو شخص استغفار کرتا رہے، معافی مانگتا رہے، روتا رہے، گڑگڑاتا رہے اور ہمت سے ارادہ کرلے کہ آئندہ گناہ نہیں کرنا ہے تو گناہ پر اصرار کرنے والوں میں تو کیا، اُس کا شمار گنہگاروں میں بھی نہیں ہوگا اگرچہ دن میں ستر مرتبہ اس کی توبہ ٹوٹ جائے۔

حضرت علامہ ابواسحاق اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب الاستغفار میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے شخص کا استاد، علامہ اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ نے تیس برس تک دعا مانگی کہ اے خدا! مجھ سے کوئی خطا نہ ہو، میں آپ سے عصمت مانگتا ہوں، تیس برس تک دعا قبول نہیں ہوئی، (مرقاۃ المفاتیح: ج ۵ ص ۲۶۶۔ مکتبہ رشیدیہ) کوئی نہ کوئی خطا ہوجاتی تھی۔ بڑے بڑے لوگ جو رات دن محنتیں کر رہے ہیں، مجاہدے کر رہے ہیں، اسّی اسّی برس کے لوگ جو سلوک میں ذکر و تہجد قضا نہیں کرتے، چوبیس چوبیس ہزار مرتبہ اللہ اللہ کرنے والے، لیکن حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت! آنکھوں کی حفاظت میں مشکل پیش آجاتی ہے، جب کوئی حسین عورت سامنے آجاتی ہے

تو مجھے بڑی بے چینی پیدا ہوتی ہے۔تو حضرت نے علاج لکھا کہ ہر خطا پر صلوٰۃ توبہ ادا کرو اور جرمانہ بھی ادا کرو۔اب نفل نماز بھی پڑھ رہا ہے اور جرمانہ بھی ادا کررہا ہے لیکن یہ عادت پھر بھی نہیں چھوٹ رہی۔ پھر حضرت نے تین چار علاج اور لکھے مگر کسی سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، آخر میں حضرت نے یہ علاج لکھا کہ آئندہ ایک نظر بھی خراب کی تو تین مہینے تک خط بھیجنے کی اجازت نہیں، اگر دو دفعہ نظر خراب کی تو چھ مہینے تک آپ مجھے خط نہیں بھیجیں گے اور اگر تین دفعہ نظر خراب کی تو ہمیشہ کے لیے تعلق ختم۔بس اُس کا اسی سے کام بن گیا، کیونکہ شیخ سے محبت تو تھی۔اس لیے گناہوں سے بچنے کے لیے اپنی سی کوشش تو جاری رکھنی چاہیے، خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے

نفس سے کشتی لڑتے رہو، گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہو، اللہ والوں سے مشورہ کرتے رہو، ان شاء اللہ روتے گاتے جنت میں چلے جاؤ گے ؎

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے، گر کر اُٹھے، اُٹھ کر چلے

بندوں کا کام رونے اور آہ وزاری سے ہی بنتا ہے

مگر استغفار وتوبہ اور آہ وزاری کو نہ چھوڑیے۔ جو اللہ کے حضور میں رونا چھوڑ دے گا، پھر اس کا کام نہیں بنے گا، خوب سن لیجیے کیونکہ ہمارے بابا کی میراث یہی تھی، ہمارے بابا حضرت آدم علیہ السلام کا کام کیسے بنا تھا؟

رونے سے بنا تھا۔ سبحان اللہ! جس چیز سے بابا کا کام بنتا ہے، بچوں کا کام بھی بنے گا، بابا نے یہی کام کیا تھا، اتنا روئے تھے کہ عرفات کے میدان میں جبلِ رحمت پر جہاں آپ نے آہ وزاری کی تھی چھوٹے چھوٹے چشمے بن گئے تھے، اتنا روئے کہ آنسوؤں سے چھوٹے چھوٹے چشمے بن گئے۔ حضرت علی[۱] مہائمی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مفسر تھے جن کی قبر بمبئی میں ہے، یہ اپنی تفسیر مہائمی میں لکھتے ہیں جس کا میرے شیخ مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے خود مطالعہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے آنسوؤں سے دنیا میں خوشبو دار پھول بنائے، گلاب، چنبیلی، موتیا، دن کا راجہ، رات کی رانی غرض سارے خوشبودار پھول اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے آنسوؤں سے پیدا کیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے آنسوؤں کی کتنی قدر فرمائی، یعنی نبوت کا تاج رکھ دیا۔ آہ وزاری اور اشک باری سے صرف بھول معاف نہیں ہوئی بلکہ ان کے سر پر نبوت کا تاج بھی رکھ دیا۔ اس لیے حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جب فلک نے مجھ کو محرومِ گلستاں کر دیا
اشک ہائے خوں نے مجھ کو گل بہ داماں کر دیا

یعنی ہماری تقدیر نے ہمیں جنت سے نکال کر دنیا میں بھیج دیا، فلک سے مراد تقدیر ہے، جب قسمت نے ہمیں جنت سے لاکر دنیا میں ڈال دیا تو ہم اتنا خون کے آنسو روئے کہ ہمارے رونے سے جنت ہمارے دامن میں آگئی، یعنی خالقِ جنت دل میں آگیا، تو پھر جنت کی کیا حقیقت ہے؟ جب آہ وزاری سے، توبہ سے اللہ مل جاتا ہے تو جنت کیا چیز ہے؟ جنت تو مخلوق ہے، اگر گنہگار بندے توبہ کرلیں، اللہ سے خوب روئیں تو جنت کیا چیز ہے خدا مل جاتا ہے۔ میرا ایک شعر یاد آیا، جب کوئی گنہگار روتا ہے تو سجدہ میں اس پر اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت کس طرح ہوتی ہے ؎

---

[۱] پورا نام حضرت شیخ مخدوم فقیہ علی مہائمی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۳۵ھ

زمینِ سجدہ پر ان کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برسنا تھا مرا خونِ جگر

لیکن رونا بھی اللہ والوں سے سیکھو۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھو، فرماتے ہیں ؎

در مناجاتم ببیں خونِ جگر
در جگر افتادہ ہستم صد شرر

اے خدا! میری مناجات میں میرے جگر کا خون دیکھ لیجیے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے جگر میں خطاؤں پر ندامت کی سینکڑوں آگ روشن ہوگئی، اور ندامت کے غم سے میرا سینہ جل رہا ہے کہ ہم نے کیوں آپ کو ناراض کر دیا۔ ایک سانس بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں گزارنا، اس سے زیادہ دنیا میں ذلت وخواری اور خسارہ نہیں ہے۔

توفیقِ توبہ، اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت ہے

پانچوں نمازوں کے بعد یہی دعا مانگئے کہ اے اللہ! ہماری ایک سانس بھی آپ کی ناراضگی میں نہ گذرنے پائے اور ہماری ہر سانس آپ کی مرضی میں گذر جائے۔ اُس سے بڑھ کر کوئی بادشاہ نہیں، اُس سے بڑھ کر کوئی دولت مند نہیں جس سے اللہ راضی ہو، سبحان اللہ! ارے اگر دنیا میں یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا معلوم ہوجائے تو مارے خوشی کے کلیجہ پھٹ جائے۔ بہرحال امید رکھنی چاہیے کہ جس کو اللہ تعالیٰ استغفار وتوبہ کی توفیق دیتا ہے، رونے کی توفیق دیتا ہے، یہ اس کی قبولیت کی علامت ہے کیونکہ توفیق آسمان سے آتی ہے، اگر خدا ناراض ہوتا تو آسمان سے اس کو توفیقِ توبہ نصیب ہی نہ ہوتی۔ اب قرآنِ پاک سے اس کی دلیل پیش کرتا ہوں۔ تین صحابہ کرام سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ناراض ہو گئے تھے جو کسی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکے تھے لیکن جب انہوں نے رونا شروع کیا اور آہ وزاری شروع کی:

﴿ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ لِيَتُوۡبُوۡا ؕ﴾

(سورۃ التوبۃ: آیۃ ۱۱۸)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((اَیۡ وَفَّقَهُمۡ لِلتَّوۡبَةِ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)، ج ۱۱ ص ۵۷)

یعنی اللہ نے ان پر مہربانی فرمائی لِيَتُوۡبُوۡا تاکہ وہ توبہ کرلیں، معلوم ہوا زمین پر توفیقِ توبہ آسمان سے آتی ہے، لہٰذا جسے توفیقِ توبہ ہوجائے سمجھو اسے اللہ کی رحمت و مہربانی کا مال مل گیا، وہ مہربانی، عنایت اور رحمت کا مظہر اور موردِ ہوتا ہے۔

تو جس بندہ پر اللہ مہربانی فرماتا ہے وہ بندہ پھر کیا کرتا ہے؟ وہ لِيَتُوۡبُوۡا ہوجاتا ہے، کوشش کرتا ہے کہ اس کی کوئی سانس اللہ تعالیٰ کی ناخوشی میں استعمال نہ ہو اور ہر سانس اللہ پاک پر فدا ہو اور اگر کبھی لغزش ہوجاتی ہے تو توبہ و استغفار سے، ندامت کے آنسوؤں سے اس کی تلافی کرتا ہے۔ یہ خطائے بندگی پر استغفار و توبہ کرنا، عطائے خواجگی کا سبب بن جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو اور قریب کرلیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے ندامت زیادہ پسند ہے، عبادت کرنے والے فرشتے تو وہاں بہت ہیں، فرشتوں کے پاس ندامت نہیں ہے، لہٰذا ایسی توبہ کرو کہ جگر کا خون اس میں شامل ہو۔

در مناجاتم ببیں خونِ جگر
در جگر افتادہ ہستم صد شرر

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری مناجات میں میرا خونِ جگر شامل ہے

کیونکہ میرا سینہ آپ کی ناراضگی اور خوف سے سینکڑوں آگ اور شعلے میں جل رہا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان تین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا غم قرآن میں بیان کیا کہ ان کو میری ناراضگی سے اتنا غم ہے کہ ساری دنیا ان کو اندھیری معلوم ہو رہی ہے:

﴿ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾

(سورۃ التوبۃ: آیۃ ۱۱۸)

سارا عالم ان کے لیے اندھیرا ہے، زمین کتنی وسیع ہے لیکن باوجود وسیع ہونے کے زمین ان کو تنگ ہو چکی ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی محبت کا یہ مقام ہے کہ میری ناراضگی سے یہ اتنے غمزدہ ہیں کہ سارا عالم ان کے لیے تنگ ہو چکا ہے، زمین تنگ ہو چکی ہے:

﴿وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ط﴾

(سورۃ التوبۃ: آیۃ ۱۱۸)

اور یہ اپنی جانوں سے بیزار ہو چکے ہیں، اگر خودکشی جائز ہوتی تو یہ خودکشی کر لیتے، یہ سمجھ گئے کہ اللہ کے علاوہ کہیں پناہ نہیں ہے یعنی ان کو جینا اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ یہ ہے محبت کی علامت، جس سے گناہ ہو جائے اس کے قلب پر یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو یہ علامت ہے اس کی ولایت کی، اس کی دوستی کی۔ آج ہمارا کیا حال ہے کہ روزانہ وی سی آر، روزانہ سینما، روزانہ بدمعاشیوں کو غذا بنایا ہوا ہے۔ ذرا سوچو کہ ہمارا اللہ سے کیا تعلق ہے؟ نہایت کمزور تعلق ہے جس کو گناہ کر کے کوئی پریشانی نہ ہو، وہ اپنے ایمان کی خیر منائے کیونکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَآءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الایمان؛ ص۱۶)

جب تمہیں نیکیاں خوش کردیں، تلاوت سے، نماز پڑھنے سے،

بزرگوں کی صحبت سے، اچھے کاموں سے دل میں خوشی آجائے، تمہاری نیکی تمہیں خوش کردے اور تمہارے گناہ تمہیں غمگین کردیں **فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ** حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سندِ ایمان عطا فرماتے ہیں کہ تم مومن ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدمی سے گناہ ہوسکتا ہے، خطائیں ہوں گی مگر اپنے گناہوں پر فوراً استغفار و توبہ کرکے اپنے اللہ کو راضی کرلینا چاہیے۔

سچی توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوجاتا ہے

تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب الاستغفار میں لکھتے ہیں کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد علامہ ابو اسحاق اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ نے تیس برس تک یہ دعا مانگی:

((قَالَ الْاِمَامُ الْغَزَّالِیُّ نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهُ الْعَالِیَّ بَلَغَنَا عَنِ الْاُسْتَاذِ اَبِیْ اِسْحَاقَ الْاِسْفِرَائِیْنِیِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ..... اَنَّهٗ قَالَ: دَعَوْتُ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی ثَلَاثِیْنَ سَنَةً اَنْ یَّرْزُقَنِیْ تَوْبَةً نَّصُوْحًا فَلَمْ یَسْتَجِبْ لِیْ...))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، ج ۵ ص ۲۶۶)

کہ اے اللہ! مجھے معصوم کردے، مجھ سے کوئی خطا نہ ہو، ایک دن آسمان سے آواز آئی کہ اے اسفرائنی! تو ہمیشہ ہم سے ایک ہی دعا مانگتا ہے، نبیوں کی طرح معصوم بننا چاہتا ہے، میں نے اپنا محبوب بنانے کے دو دروازے بنائے ہیں، ایک دروازہ عصمت کا ہے جو انبیاء کے لیے مخصوص ہے، اور دوسرا دروازہ توبہ کا تائبین کے لیے ہے، کیا تو یہ آیت نہیں پڑھتا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ﴾

(سورۃ البقرۃ: آیۃ ۲۲۲)

کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور جس کا تعلق مع اللہ زیادہ ہوتا ہے، اس کی توبہ بھی اسی درجہ کی ہوتی ہے اور اس کی ندامت بھی اسی درجہ کی ہوتی ہے، ہر شخص کی آہ کا الگ الگ اثر ہوتا ہے۔ بابا نجم احسن

صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جو اور کے دل سے بھی نکلے وہ آہ ہماری آہ نہیں
جو درد ہمارے دل میں ہے اس درد کی کوئی تھاہ نہیں

حضرت ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے بیٹے سے ملاقات

ایسے ہی سلطان ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی دعا کی تھی، حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں ان کا قصہ نقل کیا ہے کہ جب یہ اپنی سلطنت سے آدھی رات کو فقیر کی گدڑی پہن کر نکلے اور بادشاہت کا لباس اتار دیا، چپکے سے نیشاپور کے جنگل میں چلے گئے اور وہاں دس سال تک عبادت کی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حج کی توفیق دی تو حج میں ان کا سات آٹھ سال کا بچہ جو اُس وقت سلطنتِ بلخ کا ولی عہد تھا اور اب بادشاہ تھا، جوان ہو چکا تھا تو حج میں ان کا بیٹا بھی آیا ہوا تھا، اور دونوں کو ایک دوسرے کی کوئی خبر نہیں تھی:

((حُکِیَ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ اَدْھَمَ اَنَّہٗ حَجَّ اِلٰی بَیْتِ اللّٰہِ الْحَرَامِ ....
وَاِلَّا کُنْتُ اَدْنٰی ھٰذَا الْفَتٰی وَاُسَلِّمُ عَلَیْہِ فَاِنَّہٗ وَلَدِیْ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ
تَرَکْتُہٗ صَغِیْرًا وَّخَرَجْتُ فَآرًّا اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی ..... الخ))

(تفسیر روح البیان: سورۃ الانعام، آیۃ ۱۶۵، جز ۳ ص ۱۳۲)

حضرت سلطان ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ جو سلطنت اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر جنگل چلے گئے تو یہ ان پر غلبۂ حال تھا، یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے کہ سب لوگ تبلیغ میں نکل جائیں، گھر میں کوئی نہ رہے، یہ مسئلہ نہیں ہے۔ اس کا نام غلبۂ حال ہے اور مغلوب الحال معذور ہوتا ہے، ماجور نہیں ہوتا۔ ان پر بھی اللہ کی محبت کا حال ایسا غالب ہو گیا کہ وہ مجبورِ محبت ہو کر رہ گئے، کبھی ایسی کیفیت بھی ہو جاتی ہے۔ جب طواف کر رہے تھے تو طواف میں بیٹے سے آنکھیں ملیں

کیونکہ باپ کا خون بیٹے میں ہوتا ہے تو دس سال کے بعد بیٹے سے نگاہیں ملیں تو ان کے دل میں عجیب سی کشش محسوس ہوئی۔اگر باپ چھوٹے بچہ کو چھوڑ کر چلا جائے اور کہیں ملاقات ہوجائے، آنکھ سے آنکھ مل جائے تو کشش ضرور محسوس ہوگی کیونکہ رگوں میں باپ کا خون ہے۔اسی طرح چونکہ روحیں اللہ کے پاس سے آئی ہیں لہٰذا اللہ کا نام سن کر ان کے دل میں خیال آتا ہے کہ میرا کوئی مالک ہے جس کا تذکرہ ہورہا ہے، محبت ضرور معلوم ہوتی ہے، اگر بار بار اللہ کا ذکر کیا جائے تو محبت معلوم ہوتی ہے ؎

دل ازل سے تھا کوئی آج کا شیدائی ہے
تھی جو اِک چوٹ پرانی وہ اُبھر آئی ہے

تو حضرت ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً دو رکعت پڑھ کر انتظار کیا کہ یہ صاحبزادہ طواف کرکے آئے تو اس سے پوچھوں کہ کہاں کا رہنے والا ہے؟ ان کے بیٹے نے طواف کرکے مقامِ ابراہیم پر دو رکعت پڑھیں اور وہیں یہ بیٹھے تھے، نہ یہ ان کو پہچانتے ہیں نہ وہ ان کو پہچانتے ہیں مگر کشش محسوس ہورہی ہے، آخر باپ تو باپ ہے لہٰذا پوچھا کہ بیٹے! تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں بلخ سے آیا ہوں۔ پوچھا تم کیا کام کرتے ہو؟ کہا کہ میں وہاں کا ولی عہد ہوں، کہنے لگے کہ اچھا! تو تمہارے ابا کہاں ہیں؟ وہ رونے لگا، شہزادہ رونے لگا، اس نے کہا کہ ہمارے ابا ہم کو آٹھ سال کی عمر میں چھوڑ کر اللہ کے عشق و محبت میں جنگل میں چلے گئے تھے، آج تک ان کا پتا نہیں۔ اب سوچئے! اس وقت ان کا کیا عالم ہوا ہوگا؟ جب یہ واقعہ بیان کرتا ہوں تو دل عجیب ہوجاتا ہے، بس فوراً کہا کہ اٹھو، کھڑے ہو اور سینہ سے لگا کر خوب روئے اور کہا کہ میں ہی تمہارا باپ ہوں، سلطان ابراہیم ابن ادھم میں ہی ہوں۔ اولیاء اللہ نے کیا کیا مجاہدے کیے ہیں۔

توبہ کا مرہم کب مفید ہے؟

تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں یہ بھی طواف میں یہی دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ! مجھے معصوم بنا دے، مجھ سے کبھی کوئی خطا نہ ہو، آسمان سے آواز آئی اے سلطان ابراہیم ابن ادھم!

((اَنْتَ تَسْئَلُ الْعِصْمَةَ وَكُلُّ عِبَادِيْ يَسْئَلُوْنَ الْعِصْمَةَ مِنِّيْ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)، ج ۴ ص ۴۳۱)

(فیض القدیر: (دار الکتب العلمیۃ)، جز ۲ ص ۳۰۳)

تو مجھ سے معصوم بننے کا سوال کرتا ہے اور ساری دنیا کے انسان بھی مجھ سے یہی مانگتے ہیں جو تو مانگ رہا ہے لیکن اگر سب کو معصوم بنا دوں:

((فَعَلٰى مَنْ اَتَكَرَّمُ وَعَلٰى مَنْ اَتَفَضَّلُ))

تو میرا کرم، میری مہربانی اور میرا فضل کس پر ہوگا؟ اگر سب مقدس ہوگئے، معصوم ہوگئے تو گناہوں پر رونے والی قوم کہاں سے آئے گی؟ مستغفرین اور تائبین اور آہ وزاری کرنے والی قوم کہاں سے آئے گی؟ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ میں جو اللہ تعالیٰ کے پیار کا ذکر ہے، وہ کس کو ملے گا؟ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان گناہوں پر جَری ہوجائے۔ اگر کوئی مرہم جلنے کے زخم کے لیے سو فیصد مفید ہے تو وہ کسی حادثہ کی صورت میں ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس مرہم کے بھروسہ پر آگ میں ہاتھ ڈال دو۔ اللہ سے بُعد اور دوری کے اسباب پہ حریص ہونے والا شخص نہایت نالائق ہے، نہایت ہی محروم اور نہایت ہی خبیث الطبع ہے، جو اپنے رب سے دور کرنے والے اسبابِ معصیت کو تلاش کرتا پھرتا ہے، ڈھونڈتا پھرتا ہے جیسے کبھی کیچڑ زیادہ ہو تو ہاتھی بھی پھسل جاتا ہے۔ خطا ہوجانا اور ہے لیکن خطاؤں کے اسباب سے قریب ہونا اور ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ انسان سے خطا ہوگئی اور ایک یہ ہے کہ

بازاروں میں کوئی کام نہیں ہے مگر ہر بس اسٹاپ پر عورتوں کو دیکھنے کے لیے جارہا ہے۔ اس لیے تلاشِ معصیت اور چیز ہے اور صدورِ معصیت اور چیز ہے، معصیت کو تلاش کرنا، اس کے لیے سفر کرنا، پیسے خرچ کرنا یہ بہت خطرناک بات ہے، جو اللہ کے غضب کو دونوں سلطنتیں دے کر بھی لیتا ہے تو بھی وہ مہنگا سودا ہے، جب اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا تو پتا چل جائے گا۔ کل ہی میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ اتنی خطرناک خارش تھی جب انہوں نے کُرتا اٹھایا تو ہاتھی کی کھال کی طرح سخت اور کھردری کھال ہورہی تھی۔ میاں ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرو کہ کتنی بیماریوں سے ہم کو بچایا ہوا ہے۔

جس کو توفیقِ توبہ ہوجائے وہ اللہ کا ولی ہے

تو بات یہ چل رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے عصمت صرف نبیوں کے لیے مخصوص کی ہے، ولایت کے لیے عصمت لازم نہیں، البتہ معصیت اس شخص کی ولایت کے منافی ہے جو معصیت پر قائم ودائم رہتا ہے اور اگر کبھی احیاناً چُوک ہوجائے اور دواماً اس کے اعمال، اس کے اذکار میں اس کا تعلق مع اللہ نظر آئے تو پھر اس کے بارے میں زبان خاموش رکھو کیونکہ:

﴿ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا﴾

(سورۃ التوبۃ: آیۃ ۱۱۸)

جس کو توفیقِ توبہ نصیب ہوجائے وہ اللہ کا ولی ہے۔ دلیل کیا ہے؟ حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا کی تفسیر فرماتے ہیں اَیْ وَفَّقَهُمْ لِلتَّوْبَةِ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیقِ توبہ دی لِيَتُوبُوا تاکہ وہ توبہ کرلیں، معلوم ہوا کہ توفیقِ توبہ آسمان سے آتی ہے اور اگر آسمان میں اس شخص کا کوئی مقام نہ ہوتا، کوئی مقامِ محبوبیت نہ ہوتا تو خدا اس کو یاد بھی نہ کرتا یعنی توفیقِ توبہ بھی نہ دیتا۔ تو ایک بات تو یہ عرض کردی۔

اسبابِ گناہ سے دوری لازم ہے

ایک بات اور عرض کردوں کہ اسبابِ معصیت سے قرب خطرناک ہے۔ کوئی شخص افسر ہے یا اسکول کا پرنسپل ہے اب وہ لڑکی کو پی اے رکھ لے یا ٹیلی فون آپریٹر رکھ لے یا تنہائی میں ان سے انٹرویو لیتا ہے یا اس کا لڑکیوں کو نوکریاں دینے کا کام ہے، ایک ایک کر کے سیریل نمبر سے لڑکی کو اندر کمرہ میں اپنے پاس بلاتا ہے تو یہ چیزیں ایسی ہیں کہ اس کا دل بچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ﴾

(سورۃ البقرۃ: آیۃ ۱۸۷)

جو اللہ کی حرام کی ہوئی حدود ہیں ان کے قریب بھی نہ جاؤ جو اُن کے قریب رہے گا بچ نہیں سکتا، ایک دن بچے گا، دو دن بچے گا، لیکن آہستہ آہستہ نشان پڑے گا، چوٹ لگے گی، ہر نظر ایک چوٹ مارتی ہے، بدنظری ابلیس کا زہریلا تیر ہے، حدیث میں ہے:

((اِنَّ النَّظَرَ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ مَسْمُوْمٌ))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)، ج ۵ ص ۱۳۰)

بدنظری ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، ایک تیر آج لگا، ایک تیر کل لگا آخر زخم پڑے گا یا نہیں؟ ایک دن آئے گا کہ خطرناک حالت میں مبتلا ہو جائے گا۔ اس لیے فرض کر لو کہ ایسی صورتیں جو ہمارے لیے فتنہ ہیں ان کے رکھنے سے دنیا کا کتنا ہی فائدہ ہو، لاکھوں روپے کا فائدہ ہو تو اللہ کی خاطر تقویٰ کی خاطر، تھوڑی روزی پر راضی ہو جاؤ، اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر سلطنتِ بلخ لٹائی جا سکتی ہے تو یہ تھوڑا سا دنیاوی نفع کیا حقیقت رکھتا ہے؟

جب سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا خونِ نبوت اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان ہوسکتا ہے، تو نبیوں کے خون سے بڑھ کر یہ تمہارے چند ٹکے نہیں ہو سکتے۔ لوگ کہتے ہیں کہ لڑکیوں کو رکھنے کی وجہ سے گاہک زیادہ آتے ہیں حالانکہ ان سیٹھ صاحب کی، فیکٹری مالک کی تہجد بھی جاری ہے، تسبیح بھی لیے ہوئے ہیں اور عورتوں سے باتیں بھی کر رہے ہیں۔ پرنسپل صاحب استانیوں سے پوچھ رہے ہیں کہ کیا حال ہے؟ ایسی نوکری پر لات مارو جہاں انسان اس بات پر مجبور ہو جائے کہ اِن سے بات کرنا ضروری ہے، یہ کیا حیات ہے؟ سوچو تو سہی قیامت کے دن حساب دینا پڑے گا، ہاں اگر انسان مجبور ہو جائے کہ پیٹ کی روزی کا معاملہ ہے اور کوئی دوسری جگہ ابھی روزگار نہیں ملا تو بلا ضرورت بات نہ کرے، حتی الامکان بچنے کی کوشش کرے اور اللہ سے روتا رہے، توبہ استغفار کرتا رہے۔

حکیم الامت رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں کسی اللہ والے کے سامنے کوئی پہلوان، لحیم شحیم عورت آ گئی جو بہت تگڑی ہے اور یہ کمزور ہے، اس نے نگاہ نیچی کر کے بات کی تو اس عورت نے کہا کہ مولوی صاحب! نظریں اٹھا کر، مجھے دیکھ کر بات کرو، پھر اس نے اسے اٹھا کر پٹخ دیا اور سینہ پر بیٹھ گئی اور کہا آنکھوں سے آنکھیں ملاؤ، بڑے ملّا بنے ہوئے ہو۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اگر وہ صاحبِ نسبت ہے، اللہ والا ہے تو اس وقت بھی اپنی نظر کی شعاعوں کو، شعاعِ بصریہ کو کنٹرول کرے گا، گہری نظر نہیں ڈالے گا، سطحی نظر ڈالے گا، مجبوری والی، پھر بھی پوری کوشش کرے گا کہ اپنی آنکھوں کی شعاعوں کو کنٹرول کرے۔ یہ ہیں تقویٰ والی باتیں!

تو یہ بات عرض کر دی، اس بات کو آبِ زر سے بھی لکھو تو اس کی قیمت ادا نہیں ہو سکتی کہ جو گناہوں کے اسباب ہیں، ان سے بھی دور رہو، نامحرم لڑکیوں کو نوکر مت رکھو، اب کوئی کہے کہ صاحب خرچہ کیسے چلے گا؟ گھر کا خرچہ بہت

زیادہ ہے۔آج جو خرچے بڑھا رکھے ہیں تو کیا ٹیلی ویژن اور صوفہ، قالین ضروری ہے؟ کمرے میں جوتا پہن کر قالین پر چلنا ضروری ہے؟ اتنے خرچے بڑھا لئے ہیں پھر کہتے ہیں کہ اگر بیوی نہیں کمائے گی تو گھر کا خرچہ نہیں چلے گا، اس کا کتنا نقصان پہنچا ہے؟ جس گھر کے میاں بیوی دونوں کماتے ہیں تو یہ گھر خوشحال ہوگیا اور اس بیوی کی وجہ سے ایک گھر بالکل اجڑ گیا ورنہ وہ سِیٹ، وہ نوکری کسی مرد کو ملتی جس کے بوڑھے ماں باپ روٹیوں کا انتظار کر رہے ہیں کہ میرا بیٹا نوکر ہوجائے مگر اس کی جگہ خاتون کو ملازمت مل گئی۔ وہی نوکری اگر مرد کو ملتی وہ دو ہزار روپے کماتا تو اس کے بال بچوں کا کام چلتا، اس کی جگہ عورت نے لے لی، اس گھر کی تنخواہ چار ہزار ہوگئی، اور دوسرے کا گھر اندھیرا ہوگیا، یہ کیسا انصاف ہے؟

گھروں میں ناچاقی کی اصل وجہ

لوگ مساوات مساوات کرتے ہیں، عورتوں کو کہا جاتا ہے تم بھی مَردوں کے شانہ بہ شانہ کام کرو، تم بھی گھروں سے نکلو حالانکہ یہ نعرہ لگانا گھروں کو تباہ کرنا ہے اور آنکھوں کا زنا ہے، خدا کی لعنت برستی ہے۔ حدیث میں ہے جو عورت بے پردہ پھرتی ہے اس پر خدا لعنت کرے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ دیکھنے والوں پر بھی لعنت اور دِکھانے والیوں پر بھی لعنت، دونوں ملعون ہو رہے ہیں۔ اور اللہ کی لعنت کے کیا معنی ہیں؟ اَلْبُعْدُ عَنِ الرَّحْمَۃِ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری، اور رحمت سے دوری اللہ کا عذاب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کوئی گھر چین سے نہیں ہے، پوچھ لو آج کل کیا حال ہے؟ مجھ سے پوچھو، میرے پاس روزانہ تعویذوں کے لیے عورتوں کے فون آرہے ہیں، کوئی کہتی ہے میرا شوہر مجھے نہیں چاہتا، کسی کا شوہر ستا رہا ہے، کسی کا بیٹا راتوں کو دو دو بجے کلب (CLUB) سے آرہا ہے،

کلب سے تو بہت بچو، یہ تو لفظ ہی خراب ہے کیونکہ عربی میں کلب معنی کتے کے ہیں۔تو اصل معاملہ یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی سے گھر گھر عذاب ہے۔ اس لیے گذارش یہ ہے کہ جولوگ دین کی باتیں سن رہے ہیں اوراس فقیر سے بھی کچھ باتیں سنتے ہیں وہ اپنی جانوں پررحم کریں اوراللہ ہم پر بھی رحم فرمائے اور آپ پر بھی رحم فرمائے کہ ہم گناہوں کے جو اسباب ہیں ان سے دور رہیں، خالہ کی بیٹی ہو، چچا کی بیٹی ہوان سے نگاہ نیچی رکھیں اوران کے سامنے نہ رہیں، اگروہ کہے کہ ہم پردہ نہیں کریں گے،ہم بے پردہ تمہارے سامنے آئیں گےتوتم ان سے اللہ کے لئے کہہ دو کہ ہماراتم سے کوئی تعلق نہیں،تم کو پردہ سے آنا ہے تو آؤ ورنہ اپنے مالک کو ناراض کرکے خون کے رشتوں کا حق ادا کرنا ہم پر کوئی فرض واجب نہیں ہے۔

میں ۱۹۶۰ء میں پاکستان آنے کے سولہ سال بعد ۱۹۷۶ء میں ہندوستان گیا تو میری ساری خالہ زاد بہنیں جو بالغ بھی تھیں،شادی شدہ بھی تھیں،دوڑی دوڑی میری طرف آئیں تو میں نے کہا کہ خبردار جوسامنے آئیں اوران کوڈانٹ بھی لگائی اور کہا دیکھو بھئی ! میں تمہارے بچوں کوتحفہ دوں گا اورتم کو بھی ہدیہ دوں گا لیکن میرے سامنے بے پردہ مت آنا، یہ شریعت کا حکم ہے، انہوں نے کہا بھائی! تم اتنے سال بعد آئے ہو، ہمارادل چاہتا ہے کہ تمہیں دیکھیں،تم سے باتیں کریں۔ میں نے کہااللہ کے حکم کے آگے ہمارے چاہنے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ہم وہی کریں گے جس سے اللہ اوراللہ کارسول راضی ہو۔لیکن یہ نہ سمجھنا کہ یہ میں کسی کنجوسی کی وجہ سے کررہاہوں، میں تمہیں اورتمہارے بچوں کوخوب ہدیہ دوں گا، پھر سب خوش ہوگئیں،ایسے وقت پر زنانی چوڑیوں سے دین نہیں بچتا، چوڑیاں پہننے سے دین نہیں بچتا، ذرا مردانی آواز سے بولو کہ کیا تمہیں پتہ نہیں کہ پردہ فرض ہے۔

نفس کا ایک کید

سرورِ عالم ﷺ نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور دیگر ازواجِ مطہرات کو نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ سے پردہ کرایا اور فرمایا کہ:

((اَفَعَمْیَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ))

(مشکوٰۃ المصابیح (قدیمی)؛ کتاب النکاح؛ باب النظر الی المخطوبۃ؛ ص۲۶۹)

اگر وہ نابینا ہیں اور تم کو نہیں دیکھ سکتے تو تم تو بینا ہو اور انہیں دیکھ سکتی ہو، تو نبی نے تو ہماری ماؤں کو پردہ کرایا اور ہم کہتے ہیں کہ دل پاک ہونا چاہیے، دل پاک نظر صاف اور نظر پاک دل صاف۔ اور حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ:

((یَا عَلِیُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَکَ الْاُوْلٰی وَلَیْسَتْ لَکَ الْاٰخِرَةُ))

(مشکوٰۃ المصابیح :(قدیمی)؛ کتاب النکاح؛ باب النظر الی المخطوبۃ؛ ص ۲۶۹)

اے علی! اچانک نظر تو معاف ہے لیکن دوسری نظر مت ڈالنا، تو کیا نعوذ باللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر صاف نہیں تھی؟ دل پاک نہیں تھا؟ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ مولانا! آپ لوگوں کا دل گندا معلوم ہوتا ہے، ہماری تو نظر صاف ہے دل پاک ہے، ہم تو ان کو بہن سمجھتے ہیں، خالہ اماں کہتے ہیں اور ہم منہ بولا بھائی اور منہ بولی بہن ہیں، ساری بدمعاشیاں اسی منہ بولے سے ہیں۔

اپنے اہل وعیال کو بھی گناہوں سے بچاؤ

اس لیے یہی عرض کرتا ہوں کہ چاہے خاندان کی ہو کسی عورت کو نوکر نہ رکھو، اگر آپ برباد نہ ہوئے تو آپ کی اولاد ضرور برباد ہو جائے گی، یہ لڑکیوں کو نوکر رکھنا، اپنی اولاد پر ظلم کرنا ہے کیونکہ آج آپ نے بزرگوں کی صحبت اٹھائی

لیکن آپ کے لڑکوں کے لیے کیا دلیل ہے؟ انہوں نے تو صحبت نہیں اٹھائی، کل کو ان ہی لڑکیوں سے ان کے خراب تعلقات ہو جائیں گے، لہٰذا بہت ہی ڈرنے کی بات ہے۔ تھوڑی روزی پر گزارا کرلو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فاقہ سے بے ہوش ہو جاتے تھے، آج اتنی روزی ان شاء اللہ سب کے پاس موجود ہے کہ اللہ کی فرماں برداری کے ساتھ زندگی گزار سکتا ہے، بے ہوش نہیں ہوگا۔ کہتے ہیں بڑا آدمی بننا چاہیے، کمائی بھی بڑی ہونی چاہیے۔ جس کی کمائی زیادہ ہے لیکن نیند کم ہے، زیادہ انکم ہوگی تو انکم ٹیکس بھی بڑھے گا اور اگر حرام کمائی ہوئی تو اللہ کا عذاب بھی ہے۔

ایک شخص اپنی اولاد کو اچھی اچھی بوٹیاں کھلاتا ہے اور خود خراب بوٹی کھالیتا ہے، گول گول بوٹی دیتا ہے، اچھا کپڑا اس کو پہناتا ہے خود خراب پہنتا ہے، اچھی رضائی اس کو دیتا ہے خود خراب اوڑھتا ہے، لیکن اس کو نماز روزہ کو نہیں کہتا تو قیامت کے دن یہی اولاد اس کو گریبان سے پکڑے گی اور کہے گی کہ ابا! اچھی بوٹی مجھے کھلاتے تھے، اچھا کپڑا مجھے دیتے تھے اور اچھا مکان مجھے دیا اور خود خراب مکان میں رہے لیکن یہ بتائیے کہ کبھی آپ نے روزہ نماز کے لیے کہا؟ اب میں جہنم میں جا رہا ہوں، آپ نے میری آخرت تباہ کردی، جہاں مجھے ہمیشہ رہنا تھا وہاں کے لیے آپ نے کچھ نہیں کہا، اگر مجھے کینسر ہو جاتا تو جتنی فکر اور دعا آپ کرتے اس کے مقابلہ میں نماز نہ پڑھنے کے کینسر کے لیے آپ نے کتنی دعائیں مانگیں؟ کتنے تعویذ مانگے بزرگوں سے؟ کس کس معالج کے پاس آپ مجھ کو لے کر گئے؟ تو آج ہماری اولاد کو نماز نہ پڑھنے کا کینسر ہے۔

تقویٰ سے عزت ملتی ہے

دوستو! اسی لیے عرض کرتا ہوں کہ یہ بڑی اہم بات ہے، بار بار

کہتا ہوں کہ خدا کی نافرمانی کے جو اسباب ہیں ان سے دور رہیں، کوئی کتنا ہی ناراض ہوجائے، آپ کو بدنام کردے لیکن آپ ہرگز ان سے قریب نہ ہوں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو درس میں اپنے پیچھے بٹھایا اور بدنامی سے نہیں ڈرے، اور فرمایا کہ جب تک تمہاری داڑھی نہ آجائے میں تمہیں سامنے نہیں بٹھاؤں گا۔ علامہ شامی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ شامی میں لکھتے ہیں:

((کَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ صَبِیْحًا وَّ کَانَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ یُجْلِسُہٗ فِیْ دَرْسِہٖ خَلْفَ ظَهْرِہٖ مَخَافَۃَ خِیَانَۃِ الْعَیْنِ مَعَ کَمَالِ تَقْوَاہُ))

(رد المحتار: کتاب الحظر والاباحۃ، باب النظر واللمس، جز ۲۶ ص ۳۷۴)

یعنی کمالِ تقویٰ کے باوجود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو درس میں اپنے پیچھے بٹھاتے تھے۔ آج کسی کو کہو تو جواب دیتے ہیں کہ ساری بستی میں خبر ہوجائے گی کہ یہ مولوی صاحب بہت بیمارِ عشق معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن آپ بتائیے کہ آج امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف ہورہی ہے یا ذلت ہورہی ہے؟ دیکھو قرآن پاک میں ہے:

﴿وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ط﴾

(سورۃ المآئدۃ: آیۃ ۵۴)

یعنی میرے عاشق میرے دین پر عمل کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لَوْمَۃَ واحد ہے مگر اسمِ جنس ہے اور واحد اس لیے فرمایا کہ ساری دنیا کی ملامتیں میرے عاشقوں کے نزدیک مثل ایک ملامت کے ہے۔ اس لیے آپ کسی کو مت دیکھو، اگر آسمان والا راضی ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ زمین والوں کا تھوک ان ہی کے منہ پر گرے گا، آپ اللہ کو راضی کریں، ورنہ اگر اس آسمان والے سے کٹ گئے تو سوچ لو ؎

اُٹھا کر سر تمہارے آستاں سے
زمیں پر گر پڑا میں آسماں سے

تو اسبابِ معصیت سے قریب نہ رہنا، اپنے تقویٰ پر بھروسہ نہ کرنا، ان حسین صورتوں سے دور رہو دور رہو، ان سب کو دور رکھو۔

بڑے بوڑھوں کے پاس بیٹھنے کی حکمت

اب بیان کے شروع میں جو حدیث سنائی تھی اس کا ترجمہ سن لیں، جَالِسُوا الْکُبَرَآءَ بڑے بوڑھوں کے پاس بیٹھو، ان سے کوئی تجربہ کی بات ہی پوچھ لیا کرو، مثلاً شادی بیاہ کے انتظامات کیسے کرنے ہیں؟ یا کھیتی باڑی، کاروبار ملازمت کے بارے میں ان کے تجربات سے فائدہ اٹھاؤ۔

جیسے ایک بوڑھے نے نوجوانوں سے کہا تھا کہ شادی کے لیے دوسرے گاؤں جا رہے ہو، مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ اس بڈھے کو نہ لے جانا، یہ ہمارے رنگ میں بھنگ ڈال دے گا، مزہ کِر کِرا کردے گا۔ پوچھا کہ بڑے میاں تم ہمارے ساتھ جا کر کیا کروگے؟ کیوں زحمت کرتے ہو؟ بڈھے نے کہا میں تمہارے عیش اور کھیل میں بالکل دخل نہیں دوں گا، کہیں درخت کے سائے میں پڑا رہوں گا، ہوسکتا ہے تمہارے کچھ کام آجاؤں۔ چنانچہ ساتھ لے گئے اور درخت کے نیچے اس کے لیے چارپائی لگادی، وہاں جا کر میزبانوں نے تنگ کرنے کے لیے یہ حرکت کی کہ ان کے ہاتھوں میں لکڑیاں باندھ دیں اور دسترخوان پر کھانا لگا دیا کہ اب کھانا کھاؤ۔ اب خوب مذاق اڑایا جارہا ہے، جب کچھ حل سمجھ میں نہ آیا تو کسی نے کہا اسی بڈھے سے اس کا حل پوچھتے ہیں، اس نے کہا تھا کوئی مشکل پڑی تو کام آؤں گا، چنانچہ اس سے جا کر درخواست کی کہ بڑے میاں! کچھ مدد کرو۔

اس نے کہا یہ تو کوئی بڑی بات نہیں، دسترخوان پر آمنے سامنے بیٹھ کر اِدھر والا اُس کو کھلا دے، اُدھر والا اِس کو کِھلا دے۔ بس کام بن گیا۔

مسائل علماء سے پوچھتے رہو

آگے ہے سَآئِلُوا الْعُلَمَآءَ یعنی علماء سے سوال کرتے رہو، جو شخص اپنے خیالی پلاؤ سے مسئلہ حل کرے گا قیامت کے دن اس کی نجات نہیں ہوگی، سَآئِلُوا الْعُلَمَآءَ علماء سے مسئلہ پوچھو، آج علماء کسی کو فتویٰ دیتے ہیں یا کوئی شرعی مسئلہ بتاتے ہیں مثلاً انشورنس حرام ہے، کسٹم کی نوکری صحیح نہیں یا بیمہ جو خالص جوا ہوتا ہے یا ریس کورس یہ جتنی چیزیں ہیں سب حرام ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ ارے یہ علماء وغیرہ کچھ نہیں ہیں، سب چلتا ہے۔ اس لیے دوستو! علماء سے مسئلہ پوچھو، حضور ﷺ فرماتے ہیں، اگر نبی پر ایمان ہے تو غور سے فرمانِ رسالت سنو، حضور ﷺ فرماتے ہیں سَآئِلُوا الْعُلَمَآءَ۔ سَآئِلُوا امر ہے اور امر بنتا ہے مضارع سے اور مضارع میں شانِ تجدد استمراری ہوتی ہے یعنی علماء سے ساری زندگی پوچھ پوچھ کر عمل کرو۔

صحبتِ اہل اللہ کو اختیار کرنے کا حکم

آخر میں ہے خَالِطُوا الْحُکَمَآءَ اور اللہ والوں سے تم مِل جُل کے رہو، ان سے مخالطت رکھو، اختلاط رکھو۔ حکماء حکیم کی جمع ہے، کیا مطلب؟ یعنی جو حکیم الامت ہیں، جن میں دین کی سمجھ ہوتی ہے ان کی صحبت میں بیٹھو اور اس سے مراد اہل اللہ ہیں، حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "التشرف فی معرفۃ احادیث التصوف" میں لکھا ہے کہ یہاں حکماء سے مراد اہل اللہ ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ علمائے دین سے مسائل پوچھ لو مگر زندگی اللہ کے عاشقوں کے ساتھ گذارنا تاکہ تم بھی اہلِ محبت اور اہلِ وفا بن جاؤ،

کیونکہ عاشق بے وفا نہیں ہوتا۔ وفاداروں کے ساتھ رہنے سے وفاداری آتی ہے لیکن اگر تم کسی وفادار شیخ کے ساتھ رہ کر وفاداری نہیں سیکھتے تو پھر مجھے مجبوراً کہنا پڑے گا کہ یہ محض سموسہ خوری ہے، وفاداری کا ذوق اس میں نہیں ہے، کھانا پینا اس شخص کا بے وفائی اور غداری ہے جو اللہ کا رزق کھا کر اللہ کی نافرمانی کرتا ہے یعنی گناہ سے نہیں بچتا۔ اللہ کا نمک کھا کر ایسی ہمت سے کام لو کہ ایک سانس بھی مالک کو ناراض نہ کرو۔ زندگی اللہ پر فدا کر کے دیکھو کہ کیا مزہ ملتا ہے! جو زندگی مالک پر فدا ہوتی ہے اسے کیا ملتا ہے؟ اس پر میرا شعر سنو ؎

زندگی پُر بہار ہوتی ہے
جب خدا پر نثار ہوتی ہے

میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا سادہ سا ملفوظ سنا کر وعظ ختم کرتا ہوں کہ آم ملتا ہے آم والوں سے، کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے، مٹھائی ملتی ہے مٹھائی والوں سے اور اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بغیر شیخ کے نہ گناہ چھوٹتے ہیں اور نہ تقویٰ حاصل ہوتا ہے، چاہے کتنے ہی وظیفے پڑھ لو لیکن گناہ نہیں چھوٹتے۔ تقویٰ کا یہ راستہ تو اللہ تعالیٰ نے خود تجویز فرمایا ہے:

﴿كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۝﴾

(سورۃ التوبۃ: آیۃ ۱۱۹)

کہ اے ایمان والو! تقویٰ کی حیات تمہیں ملے گی اہل اللہ کی صحبت سے۔ لہٰذا بڑے دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اللہ والوں کی تھوڑی دیر کی صحبت کے ہمیشہ حریص رہو۔

بس اب دعا کرلو کہ اللہ تعالیٰ ہم کو تقویٰ والی حیات نصیب فرمائے، اللہ والوں کا قرب نصیب فرمائے، آنکھوں کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے،

جتنی باتوں سے اللہ ناراض ہوتا ہے، ہمارے قلوب کو ان سے پیشاب پاخانہ سے زیادہ کراہت دے دے۔ اے ہمارے رب! ہمیں تزکیہ کی توفیق عطا فرما دیجیے، آپ نے فرمایا ہے وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ہم جس کا چاہتے ہیں تزکیہ کر دیتے ہیں، تو اپنی مشیت کو ہمارے لیے بھی نافذ فرما کر ہمارا تزکیہ فرما دیجیے، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّاۤ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ وَتُبۡ عَلَیۡنَاۤ
اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی
خَیۡرِ خَلۡقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ
بِرَحۡمَتِکَ یَاۤ اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ



تقدیر بدل جاتی ہے مضطر کی دعا سے

عاصی جو کرے نالہ و فریاد خُدا سے
ممکن نہیں دوچار ہو محشر میں سزا سے
مایوس نہ ہوں اہل زمیں اپنی خطا سے
تقدیر بدل جاتی ہے مضطر کی دُعا سے

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

صحبتِ شیخ کا نفع، استقامت علی التقویٰ اور ذکر اللہ پر دوام

اگر شیخ کی صحبت میسر ہو لیکن التزامِ ذکر وفکر نہ ہو تو بھی نفع کامل نہیں ہوتا۔ ذکر سے دل میں نرمی اور قبولِ اثرِ صحبت کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے جیسے کسان بیج ڈالنے سے پہلے زمین کو نرم کرتا ہے، اس میں سے کنکر پتھر نکالتا ہے پھر بیج ڈالتا ہے۔ اسی طرح ذکر اللہ سے غیر اللہ کے کنکر پتھر دل سے نکل جاتے ہیں، پھر دل میں صحبتِ شیخ کا اثر قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور استقامت اور ثابت قدمی کے لیے بھی کثرتِ ذکر اور دوام ذکر بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کفار کی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو لیکن یہ ثابت قدمی کیسے نصیب ہوگی؟ ہمیں کثرت سے یاد کرو۔ اس مضمون کی ایک عجیب مثال حق سبحانہ وتعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی کہ قطب نما کی سوئی ہمیشہ شمال کی طرف مستقیم رہتی ہے، کتنا ہی حرکت دیجیے مگر اپنا رخ جب تک قطب شمالی کی طرف سیدھا نہیں کر لیتی مضطر رہتی ہے جبکہ دوسرے لوہے خواہ کتنا ہی وزن رکھتے ہوں، آپ انہیں جس رخ پر چاہیں ڈال دیں لیکن اس ایک رتی کی سوئی میں یہ بلا کی استقامت کیوں ہے؟ بات یہ ہے کہ اس ننھی سی سوئی میں مقناطیس کی پالش لگی ہوئی ہے پس قطب شمالی پر مقناطیس کا جو خزانہ ہے وہ اس کو اپنی طرف کھینچے رہتا ہے۔ اسی طرح جو سالک ذکر کا اہتمام اور دوام رکھتا ہے اس کے قلب کی سوئی پر اللہ کے نور کی ایک پالش لگ جاتی ہے، پھر حق تعالیٰ شانہٗ کا مرکزِ نور اس قلب کی سوئی کو ہمیشہ اپنی طرف کھینچے رکھتا ہے۔ کیسا ہی ماحول اور کیسا ہی معاشرہ ہو اور کیسی ہی مخالف ہوائیں چل رہی ہوں لیکن اس قلب کی سوئی کو سکون نہیں ملتا جب تک اپنے مولیٰ کی طرف رخ صحیح نہ کر لے۔ اگر نفس وشیطان ذرا بھی اس کے رخ کو بدل دیں تو مثل قطب نما کی سوئی کے اس کے دل کی سوئی مضطر ہو جاتی ہے اور اس قدر کرب کا احساس ہوتا ہے کہ کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے اور ساری کائنات تاریک نظر آتی ہے لہٰذا ایسے دل استقامت کے لیے مضطر اور مجبور ہوتے ہیں لیکن یہ اضطرار اسی دوام واہتمام ذکر ہی کا ثمرہ ہے۔ چنانچہ جو لوگ ذکر سے غافل ہیں وہ گناہوں سے اس قدر بے چین نہیں ہوتے کیونکہ جو پہلے ہی سے اندھیرے میں ہو اس کو مزید ظلمت سے زیادہ حیرانی نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس جو نور میں ہو اور پھر اچانک تاریکی اس کو گھیر لے وہ سخت پریشان ہو جاتا ہے۔ اس مثال کا مشاہدہ اس وقت ہوتا ہے جب اچانک بجلی چلی جاتی ہے تو کس قدر تاریکی کا احساس ہوتا ہے اور جن کے گھر میں بجلی ہی نہیں ہوتی انہیں یہ حیرانی نہیں ہوتی۔

(ماخوذ از خزائن شریعت وطریقت: صفحہ نمبر ۳۶)

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۃ تالیفاتِ اختریہ